Al-Azhār

Volume 8, Issue 1 (Jan-June, 2022)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue:http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/314

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/18

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v8i01.314

Title The effect of the implementation of the Islamic faith in the formation of unity and the prevention of sectarianism

Author (s): Inam Ur Rehman, Dr. Zainab Amin and Dr. Muhammad Tayyeb Nadeem

Received on: 26 June, 2021
Accepted on: 27 May, 2022
Published on: 25 June, 2022

Citation: Inam Ur Rehman, Dr. Zainab Amin, and Dr. Muhammad Tayyeb Nadeem “Construction: The effect of the implementation of the Islamic faith in the formation of unity and the prevention of sectarianism,” Al-Azhār: 8 no, 1 (2022): 01-20

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

اسلامی عقیدے کے نفاذ کا اتحاد کے قیام اور فرقہ وگروہ بندی کو روکنے میں اثر

The effect of the implementation of the Islamic faith in the formation of unity and the prevention of sectarianism

*انعام الرحمن

**ڈاکٹر زینب امین

***ڈاکٹر محمد طیب ندیم

Abstract

The unity of one group alone will not achieve any goal. Because the alliance which is not based on the doctrine of Tawhid, the parties were strengthened by this kind of alliance and it is still going on, due to which they gain power and strength. But history bears witness to the fact that such an alliance has done nothing but oppression, evil and indecency, sin and crime in its role. In this regard, if one looks at the history, it is clear that the Israelites ruled the world for many years, but apart from humiliation and disgrace, they have no role in the peace process. The discussion of faith in Islam is one of the most important doctrinal studies and the Qur'an has paid more attention to it than all other principles and branches. Resurrection also has a second degree than Tawhid, because logically, resurrection is a branch of Tawhid. When the Creator and Lord is not perfect, there is no room for reckoning and punishment. Therefore, the most fundamental principle and axis of Muslims in Islam is the belief of Tawhid. In this regard, we can say that the spirit of monotheism is present in all Islamic teachings and the echo of all issues is in the Islamic faith. In modern times, disbelief in the basic concept of faith has given rise to sectarianism. What is the role of monotheism in eliminating sectarianism? And now how to apply it? And how can the differences be eliminated on the basis of belief? This article discusses aspects of which unity is not possible without the Islamic faith.

Key words: Implementation, Islamic faith, Formation, Prevention, Sectarianism

*پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی

**ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ ویمن یونیورسٹی، پشاور

**اسسٹنٹ پروفیسر، نیشنل یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز، اسلام آباد۔

تعارف

صرف ایک گروہ کے اتحاد سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو اتحاد عقیدہ توحید پر نہ ہو اس قسم کے اتحاد سے جماعتیں تو مضبوط ہو گئی تھی اور اب بھی ہو رہی ہے جن کے باعث ان کو اقتدار وطاقت تو حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایسے اتحاد نے اپنے کردار میں ظلم و ستم 'برائی اور بے حیائی گناہ اور جرائم کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔

اس ضمن میں اگر تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بنی اسرائیل کئی سالوں تک صاحب اقتدار رہی لیکن ماسوائے ذلت ورسوائی کے' ان کے امن کے عمل میں کوئی کردار موجو نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اتحاد کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"[1]۔ یعنی سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اور عقیدہ اللہ کی رسی پر نہ ہو اور نہ اللہ کی ذات پر تو معاشرہ میں بدامنی اور اخلاقی پستی اور بعض اوقات آپس کے مخاصمت کا سبب بھی یہی ہے 'اگر کسی کو یقین ہو کہ کوئی اسے نہیں پکڑ سکتا تو پھر کیا حرج ہے کہ اگر وہ اپنے کسی بوڑھے رشتے دار کی دولت کے حصول کے لیے اس کو زہر دے دے؟ اگر وہ انتہائی ہوشیار ہو کہ پولیس اس کا سراغ نہیں لگا سکتی تو وہ پھر لاکھوں روپے کے حصول کے لیے چند بم دھماکے کر کے دہشت گرد بننے میں کیا حرج؟ قانون سے چھپ کر کسی کی عصمت دری سے اگر کسی کو درندگی سے تسکین ہوتی ہے تو اس میں کیا رکاوٹ ہے؟ اپنی خواہش کی تسکین کے لیے بچوں کو اغوا کر کے ان سے زیادتی کر کے انہیں قتل کر کے تیزاب میں گلا سڑا دینے میں آخر کیا قباحت؟ اور اپنی خواہشات کی خاطر گروہ بندی اور مختلف فرقوں میں دنیاوی فوائد کو حاصل کرنے کے لیے بٹے ہوئے ہیں۔

ایمان کی اساس اور بنیاد عقید توحید پر ہے' جو انسان کی فکری وذہنی کیفیت کو مؤثر بنانے کے لیے ایک ذات کبریا کو اپنی حاجات وضروریات کا مرکز و محور تصور کرتے ہوئے اسی سے وابستہ رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور پھر اس کے ادراک وشعور میں تکرار اور اصرار کے ساتھ یہ حقیقت جاگزیں کرتا ہے کہ تم ایک ہی خالق کی مخلوق اور اسی مالک کی ملکیت ہونے کے ساتھ ایک ہی باپ کی اولاد ہو جس کا خمیر مٹی سے اٹھایا گیا ہے۔ گویا کہ اتحاد کے قیام میں عقیدہ کا بنیادی کردار ہے۔ مگر عصر حاضر میں عقیدہ کے بنیادی تصور کا عدم یقین نے فرقہ و گروہ بندی کو جنم دیا۔ عقیدہ توحید کا فرقہ گروہ بندی کے ختم کرنے میں کیا کردار کیا ہے؟ اور اب اس کا اطلاق کیسے کیا جائے؟ اور کس طرح سے عقیدہ ہی کی بدولت آپس کے تفرقہ کو ختم کیا جائے؟ زیر نظر مقالہ میں درجہ ذیل مباحث کے تحت تفصیل سے جائزہ لیا جاتا ہے:

۱۔ عقیدے کا مفہوم

۲۔ اسلامی عقیدہ فکری وحدت میں کردار

۳۔ امت کے اتحاد اور فرقہ ورایت کے خاتمے میں اسلامی عقیدہ کے اثرات

۴۔ عقیدہ کے تحت فرائض کی ادائیگی میں اجتماعیت

۵۔ خلاصہ و تجاویز: عقیدے کے نفاذ

اسلوب تحقیق: یہ ایک بیانیہ تحقیق (Descriptive Research) ہے کیونکہ بیانیہ تحقیق میں مواد کو مرتب کرکے ان کی اس طرح تعبیر پیش کی جاتی ہے کہ معلومات کی نئی جہتیں سامنے آئیں۔

اسلام میں عقیدے کا بحث اہم ترین اعتقادی ابحاث میں سے ہے اور قرآن نے بھی اس کی طرف باقی سارے اصول اور فروع کی نسبت زیادہ توجہ دلائی ہے۔معاد بھی توحید کے نسبت دوسرے درجے کی حیثیت رکھتا ہے چونکہ منطقی حوالے معاد فرع توحید ہے جب تک مبدا و آغاز متصور نہ ہو اس کی طرف رجوع اور بازگشت معنی ہی نہیں رکھتی ہے۔جب خالق اور پروردگار صاحب کمالات نہ ہو تو حساب و کتاب اور سزا و جزا کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے۔لہذا دین اسلام میں مسلمانوں کا سب سے بنیادی اصل اور محور عقیدہ توحید کا عقیدہ ہے۔اس حوالے سے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ تمام تعلیمات اسلامی میں روح توحید موجود ہے اور تمام مسائل کا بازگشت اسلامی عقیدے پر ہے۔

عقیدے کا مفہوم

۱۔ عقیدہ کا لغوی مفہوم

عقیدہ "عقد" سے ہے ' لغوی معنی ہیں قوت اور مضبوطی سے کسی چیز کے ساتھ منسلک ہونا ' یعنی اسی سے کسی چیز کو مضبوط اور پختہ کرنے کے ہیں [2]۔ مشہور لغوی فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) نے "عقد الحبل" لکھا ہے یعنی رسی کو گرہ لگانے اور مضبوط کرنے کے ہیں [3]۔ اسی لغوی مفہوم کو ابن فارس (م ۳۹۵ھ) نے ذکر کیا ہے " عقد العھد والبیع" یعنی عہد یا بیع کو مضبوط کیا تاہم "عقد" کا لفظ "حل" کے بر عکس معنی میں بیان کیا ہے [4]۔

ب۔ عقیدہ کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں عقیدہ کا اطلاق اس پختہ ایمان اور قطعی فیصلہ پر ہوتا ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی ' اور یہ وہ چیز ہے جس پر انسان ایمان رکھتا ہے اور اپنے دل و ضمیر کو اس پر جماتا ہے اور اسے دین و مذہب کے

طور پر اختیار کرتا ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پختہ ایمان اور قطعی فیصلہ صحیح ہے تو عقیدہ بھی صحیح ہوگا۔ ناصر العقل نے مباحث فی عقیدۃ اہل السنہ والجماعتہ میں لکھا ہے کہ اہل وسنت وجماعت کا عقیدہ صحیح ہے ' اور اگر یہ باطل ہے تو عقیدہ بھی باطل ہوگا مثلاً گمراہ فرقوں کے عقائد ہیں[5]۔

اسلامی عقیدے کی فکری وحدت میں کردار

ا۔ اسلامی عقیدے کی اساس

ا۔ توحید:

توحید کا مادہ "وحد" ہے اور اس کی مصادر میں سے "وحد" اور "وحدۃ" زیادہ مشہور ہیں جس کا مطلب ہے اکیلا اور بے مثال ہونا[6] "وحید" یا "وحد" اس ہستی کو کہتے ہیں جو اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اکیلی اور بے مثال "وحد" کا واو ہمزہ سے بدل "احد" بنا ہے۔ یہی لفظ سورۃ اخلاص میں اللہ تعالی کے لیے استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور بے مثال ہے کوئی دوسرا اس جیسا نہیں جو اس کی ذات اور صفات میں شریک ہو۔ توحید کی تین اقسام ہیں: توحید ذات ' توحید عبادات اور توحید صفات۔ ان تینوں پر سیر حاصل بحث یہاں طوالت کا باعث ہے اور اس ضمن میں علماء نے تفصیلی بحث کی ہے۔ یہاں مقصود عقید توحید کا وحدت امت میں کردار کے حوالے سے بحث مطلوب ہے۔

۲۔ سنت

سنت کے لغوی معنی راستہ اور سیرت کے ہیں خواہ وہ اچھی ہو یا بری[7]۔ اصطلاح میں سنت سے مراد علم اعتقاد اور قول وعمل میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اور یہی وہ سنت ہے جس کی اتباع ضروری ہے۔ عقیدہ ہی کی بناء پر جماعت کی تشکیل ہوئی تھی اور لہذا اسی بناء پر علماء نے جماعت سے مراد امت کے اسلاف یعنی صحابہ وتابعین اور تاقیامت ان کی سچی پیروی کرنے والے مؤمنین ہیں جو کتاب وسنت کے صریح اور واضح حق پر جمع ہوئے[8]۔ یعنی جماعت کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو حق کے مطابق ہو' عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جماعت وہ ہے جو حق پر ہو خواہ تم اکیلے ہی ہو' اور نعیم بن حماد فرماتے ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ جب جماعت میں بگاڑ آجائے تو تم اسی راستہ پر کاربند ہو جس پر بگاڑ آنے سے پہلے جماعت کاربند تھی۔ اگرچہ تم اکیلے ہو' کیونکہ ایسی حالت میں تم ہی جماعت ہو[9]۔

گویا کہ جو لوگ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقہ پر گامزن اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کے پابند ہیں' اور یہ صحابہ کرام' تابعین اور ان کی اتباع کرنے والے ائمہ ہدایت کی جماعت ہے' یہی وہ لوگ ہیں جو ہر

جگہ اور ہر دور میں اتباع سنت کے پابند اور بدعت سے دور رہے' اور یہ تاقیامت عزت ونصرت کی حالت میں باقی رہیں گے۔ یہی جماعت ہے جو قول و عمل اور علم واعتقاد میں ظاہری اور پوشیدہ ہر اعتبار سے سنت پر عمل کرنے کے لیے باہم متفق ومتحد ہیں۔ چنانچہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود اکہتر فرقوں میں بٹے جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہے اور ستر فرقے جہنمی اور نصاری بہتتر فرقوں میں ہے جن میں ایک فرقہ جنتی ہے اور اکہتر فرقے جنہم' اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی جن میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی بہتر فرقے جہنمی' عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ جماعت ہوں گے[10]۔ اور سنن ترمذی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ جنتی فرقہ کون ہے؟ فرمایا: " ماانا علیہ واصحابی"[11] یعنی جس راستہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں اس پر چلنے والے جنتی ہوں گے۔

ب۔ اسلامی عقیدہ رکھنے والے نجات یافتہ گروہ

ا۔ جہنم سے نجات یافتہ گروہ: جہنم سے نجات پانے والا گروہ امت وحدہ کے صورت میں اتباع سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پیروی کرنے والے' اور آپ ﷺ نے فرمایا سارے فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے وہ جہنمی نہیں ہوگا[12]۔ معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ کہتے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کی دین کے ساتھ قائم ودائم رہے گا' ان کا ساتھ چھوڑنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچے گا اور وہ اسی طرح لوگوں پر غالب رہیں گے[13]۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ہوتے ہیں غالب رہے گا' ان کا ساتھ چھوڑنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے' یہاں تک کہ اللہ تعالی کا حکم آپہنچے گا اور وہ اسی طرح غالب رہیں گے[14]۔

عقیدہ توحید کا فکری وحدت میں نمایاں کردار یہ ہے کہ اگر اس عقیدہ کی اطلاقی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے والے اور سابقین اولین مہاجرین انصار کی منہج کی پیروی کرنے والوں کو نمونہ تصور کرے تاکہ بدعتوں کا ذکر آئے تو کسی بھی بدعت کے لیے تعصب نہ کرے۔ اس ضمن ابن تیمیہ (م۷۲۸ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " ایسی جماعت امت کے سب سے بہتر اور سب سے معتدل لوگ ہیں جو صراط مستقیم یعنی راہ حق واعتدال پر گامزن ہیں"[15]۔

توحید کا مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ ہم عقیدہ رکھیں کہ اللہ موجود ہے اور ایک ہے۔ گرچہ یہ درست اور صحیح عقیدہ ہے تاہم توحید ایک آیڈیالوجی کا نام ہے تمام ہستی کے بارے میں ایک کامل اور جامع نگاہ ہو وہ نگاہ اس طرح ہو کہ انسان کی پوری زندگی کو اپنے دائرے میں شامل کرلیں جس کے نتیجے میں ایک موحد انسان اپنے افکار و نظریات سے لیکر عمل و کردار میں توحیدی بن جائیں۔

عقیہ و توحید بنی نوع انسان کے لیے سب سے بڑی رحمت ہے قرآن مجید میں اللہ تعالی نے کلمہ طیبہ کی مثال ایک ایسے پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری ہوں' شاخیں آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوں اور جو مسلسل بہترین پھل پھول دیے چلا جارہاہے: مثلاً: ارشاد ربانی ہے: (ترجمہ) "کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالی نے کلمہ طیبہ کی مثال کس چیز سے دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ایسی ذات کا درخت جس کی جڑیں زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے"[16]۔

گویا کہ اس درخت کی بنیاد بڑی مضبوط ہے زمانے کے شدید طوفان آندھیاں اور زلزلے بھی اس درخت کو اکھاڑ نہیں سکتے۔ اہل توحید کے بارے میں تاریخ میں کئی واقعات موجود ہیں جنہوں نے ثابت قدمی سے ایسے ناقابل تصور ظلم کے مقابلے میں جس حیران کن استقامت اور ثبات کا مظاہرہ کیا اس کا اصل سبب کیا تھا؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالی نے ایک خوبصورت انداز میں یوں دیا ہے: ' يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ "[17]۔ (ایمان لانے والوں کو اللہ تعالی ایک قول ثابت (کلمہ طیبہ) کی بنیاد پر دین اور آخرت دونوں جگہ ثابت قدمی عطا کرتا ہے)۔

یعنی عقیدہ توحید ہی کا فیضان ہے کہ باطل عقائد وافکار کا طوفان ہو یا رنج والم کی یورش جابر اور قاہر حکمرانوں کی چیرہ دستیاں ہوں یا طاغوتی قوتوں کا ظلم و ستم کوئی چیز بھی اہل توحید کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کرسکتی۔ مذکورہ آیت کریمہ میں دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اہل توحید کو ثبات کی خوشخبری دی گئی ہے۔

۲۔ انسانی عظمت میں عقیدہ اسلامی کا کردار:

عقیدہ توحید ہی کے وجہ سے انسان میں خودی کا تصور بیدار ہوتا ہے اس کے مقابلے میں شرک انسانوں کو بے شمار خیالی وہمی قوتوں کے خوف میں مبتلا کردیتا ہے اور وہ وحدت کی فکر کھو بیٹھتا ہے۔ اور نتیجتہ انسان ایسی اخلاقی اور مذہبی پستیوں میں گرتا چلا جاتا ہے۔ کہ آدمیت اور انسانیت منہ چھپانے لگتی ہے جب کہ عقید توحید انسان

کو ایسی تمام واہمی اور خیالی قوتوں کے خوف سے بے نیاز کر کے روح اور جسم کو آزادی عطا کرتا ہے انسان عزت نفس اور احترام آدمیت کا احساس دلاتا ہے یعنی ولقد کرمنا بنی آدم" یعنی ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی ہے اور لقد خلنا الانسان فی احسن تقدیم" یعنی ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔ کا فرمان الٰہی یاد دلاتا رہتا ہے کہ یہی عقیدہ توحید انسان کو خودی کے بلند مقام پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اس فکر کی ترجمانی علامہ اقبال کے اس شعر میں پایا جاتی ہے:

خودی کو سر نہاں لا الہ الا اللہ　　　خودی کا تیغ فشاں لا الہ الا اللہ

عقیدہ توحید یہ تصور بھی پیش کرتا ہے کہ ساری مخلوق کا خالق رازق اور مالک صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے اسی نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور باقی انسان آدم علیہ السلام سے پیدا کیے خواہ کوئی مشرق میں یا مغرب میں امریکہ میں ہے یا افریقہ میں کالا ہے یا گورا سفید ہے یا سرخ' عربی ہے یا عجمی سب ایک ہی آدم کی اولاد ہیں سب کے حقوق یکساں ہیں سب کی عزت اور احترام یکساں ہیں۔ کوئی کسی کو اپنا محکوم نہ سمجھے کوئی کسی کو اپنا غلام نہ بنائے کوئی کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے کوئی کسی کو حقیر اور کمتر نہ جانے کوئی کسی کا حق غصب نہ کرے ساری خلقت ایک ہی درجہ کے انسان ہیں' لہذا سارے انسان صرف ایک معبود کے آگے جھکیں' صرف ایک ذات کے حکم اور قانون کے آگے سر تسلیم خم کریں' صرف ایک ہی ہستی کے غلام اور بندے بن کر رہیں۔ عقید توحید کی اس تعلیم نے اسلامی معاشرے میں ذات پات' غلامی اور محکومی' ظلم اور استحصال' حقارت اور نفرت جیسی منفی اقدامات کی بیخ کنی کر کے محبت واخوت' خلوص وہمدردی' امن وسلامتی اور مساوات وعدل واجتماعی جیسی اعلی اقدار ہی وحدت فکر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ج۔ عقیدہ توحید کا اطلاقی پہلو

عقیدہ توحید کے اطلاقی پہلو کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے (ترجمہ) "تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"[18]۔ اور اس نقطہ کی وضاحت اس حدیث نبوی ﷺ میں یوں کی ہے:" تم میں سے جو شخص کوئی خلاف شرع چیز دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدلنے سے (مٹانے) کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے"[19]۔ مومن آپس میں ایک عمارت کی مانند ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت دیتا ہے۔ عقیدہ توحید کے نفاذ کے ذریعے سے شفقت اخوت اور بھائی چارہ اخلاق اور بہترین اعمال ممکن ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا: (ترجمہ) اگر ایمانداروں سے دو جماعتیں آپس میں لڑائی کریں تو ان دونوں جماعتوں کے درمیان مصالحت کرائیں اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم اس جماعت سے لڑائی کرو جو زیادتی کرے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی جانب رجوع کرے اگر وہ رجوع کرے تو ان دونوں کے درمیان عدل وانصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے مصالحت کراؤ اور انصاف کرو بیشک اللہ پاک انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"[20]۔ اسی طرح مزید فرمایا: " بلاشبہ ایمان والے ایک دوسرے کے بھائی ہیں پس تم نے اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت کرنی ہوگی"[21]۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ مخلوق پر بلاجہ کسی سبب کی بناء پر زیادتی کرنے سے روکیں اور بہترین اخلاق کے ساتھ مزین ہونے کا حکم دیں اور اخلاق پستی سے روکیں اور وہ جو کچھ زبان کہیں یا جس عمل کا مظاہرہ کریں ان سب میں وہ کتاب وسنت کے تابعدار ہوں اور ان کا دین اسلام پر عمل ہو جس دین اسلام کے ساتھ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا"[22]۔

عقیدہ توحید کا مقصد یا غرض وغایت یہ ہے کہ دنیا وآخرت کی انتہائی سعادت وفلاح انسان کو نصیب ہوسکے یا تفصیلاً یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے طفیل انسان دنیا وآخرت کی زندگی میں شخصی کمال حاصل کرتا ہے' اس کا نفس دل کو گمراہ کرنے والی قوتوں اور آلائشیوں سے پاک ہوجاتا ہے' عذاب دائمی سے نجات نصیب ہوتی ہے۔ اور انسانی رشتوں کی وقعت پیدا ہوتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا ہے کہ اگر صحیح طور پر اسلامی عقیدہ کی اساسیت کا عملی اطلاق کیا جائے تو صرف یہی واحد راستہ ہے امت کے وحدت فکر کو اجاگر کرنے کا۔

بقول علامہ اقبال:

منفعت ایک ہے اس قوم کی' نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی' دین بھی' ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی' اللہ بھی' قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک[23]

امت کے اتحاد اور فرقہ ورایت کے خاتمے میں اسلامی عقیدے کے اثرات

آج دنیا بھر میں مسلمان جن مصائب اور آفات کا شکار ہیں ان کا سب سے بڑا سبب آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے۔ ورنہ عددی کثرت اور مادی اسباب و وسائل کے اعتبار سے مسلمانوں کو سابقہ ادوار میں ایسی طاقت حاصل نہ تھی جیسی آج حاصل ہے۔ اگر آج امتِ مسلمہ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ

امت کے بجائے ایک منتشر ہجوم نظر آتی ہے، جس میں دور دور تک کسی اتحاد کا امکان دکھائی نہیں دیتا۔ وہ بات بھی پرانی ہے کہ جب اس امت میں سیاسی، نسبی، نسلی، لسانی، وطنی اور طبقاتی تفرقہ تھا۔ آج اس امت میں جو تفرقہ سب سے زیادہ اور سب سے خطرناک ہے وہ دینِ اسلام کے نام پر ہے، جس میں ایک فرقہ اپنے مخالف فرقے پر سب و شتم، دشمنی، یہاں تک کہ قتل و غارت گری سے بھی گریز نہیں کرتا۔

ا۔ فرقہ وگروہ بندی اور اسلامی عقیدہ

اسلام وہ دین ہے جو عدل و مساوات کا ایک انقلابی پیغام لے کر اٹھا۔ "خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" یعنی اس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا' کے ذریعے اسلامی مساوات باہمی کو عام کیا تو "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَة "[24] بے شک مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں" کہہ کر تمیزِ بندہ و آقا کے سارے بت توڑ دیے۔ ایچ- جی-ویلز (H.G.Wells) اپنی شہرہِ آفاق کتاب (A Short History of the World) میں اعتراف کرتا ہے:

> "Although the sermons of human freedom, fraternity and equality were said before also, and we find a lot of them in Jesus of Nazareth, but it must be admitted that it was Muhammad who for the first time in history established a society based on these principles."[25]
>
> (اگرچہ انسانی اخوت ،مساوات اور حریت کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کیے گئے ہیں اور ایسے وعظ مسیحِ ناصریؑ کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محمد (ﷺ) ہی تھے ،جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی بار ان اصولوں پر ایک معاشرہ قائم فرمایا)۔

آج بھی جب کوئی تفرقہ پیدا ہوتا ہے تو دنیاوی حرص، اپنی بڑائی یا انا اور اپنی ایک الگ پہچان و شہرت کے لئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتا ہے۔ یعنی آج بھی اس تفرقے کی ایک بڑی وجہ یہی "بغیاً" یعنی ضد ہے

تفرقے کا دوسرا سبب "غلو" یعنی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قران حکیم میں فرمایا ہے:" لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ"[26] یعنی دین میں غلو نہ کرو۔ اصل میں موجودہ دور میں جو غلو تفرقہ بازی کا سبب

ہے وہ غیر شعوری ہے اور غلو کرنے والے اسے دین کی خدمت سمجھتے ہوئے کرتے ہیں، جبکہ وہ دین کا نقصان کر رہے ہوتے ہیں۔

دین میں غلو سے مراد' دینی احکامات چاہے ان کا تعلق عقائد سے ہو عبادات و دیگر معاملات سے ہو' ان میں حد سے بڑھ جانا ہے۔ غلو کے معنی کسی چیز کے حد تجاوز کرنے کے ہیں[27]۔ مولانا ابو الکلام آزاد (م ۱۳۷۷ھ) نے غلو کی نہایت جامع تعریف کی ہے:" حقیقت و اعتدال سے متجاوز ہو کر بہت دور تک چلے جانا اگر کسی کی محبت و تعظیم پر آئے تو اتنی تعظیم کہ اسے اللہ کے درجے تک پہنچا دیا۔ مخالفت پر آئے تو اتنی مخالفت کی کہ اس کی صداقت ہی سے انکار کر دیا' اگر زہد و عبادت کی راہ اختیار کی تو اتنی دور تک چلے گئے کہ رہبانیت تک پہنچ گئے "[28]۔ اس ضمن میں مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے:" غلاء یغلو کے معنی بڑھنے' زیادہ ہونے متجاوز ہونے کے ہیں' جس طرح مذہب کے معاملے میں تفریط بہت بڑا جرم ہو جاتا ہے' یوں تو اس غلو میں تمام اہل مذاہب مبتلا ہوئے یہاں تک ہم مسلمان بھی جن کو عدل و قسط پر قائم رہنے کی سب سے زیادہ تاکید ہوئی۔ اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے "[29]۔

اللہ تعالی نے فرمایا "وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ "[30] اور انہوں نے تفرقہ پیدا نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا تھا، آپس کی ضد کی وجہ سے۔ کے مصداق لوگوں میں تفرقہ پیدا ہوا۔ حبِ دنیا، اقتدار کی چاہ، اس کی زیب و زینت اور سلطنت کی محبت پیدا ہوئی تو تفرقہ ظاہر ہوا۔

حدیث میں ہے:" إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ "[31]۔ یعنی تم خاص طور پر دین غلو (انتہا پسندی) سے بچو' کیونکہ تم سے پہلے دین میں غلو کی بنا پر ہلاک ہو گئے۔

اسلامی عقیدہ کے مطابق ہر شعبے میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا اور غلو سے بچنا ہی ہلاکت سے بچنا ہے تاہم اسلامی تعلیمات کے ان واضح انداز کے باوجود ہمارے معاشرے میں غلو فی الدین یعنی شدت پسندی اور انتہا پسندی کے رجحان پائے جاتے ہیں جس نے مذہبی فرقہ ورایت اور تقسیم میں اہم کردار کیا ہے۔ مولانا تقی امینی لکھتے ہیں:

الٰہی شریعت میں جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں توازن و ہم آہنگی بر قرار رہے ورنہ افراط و تفریط کی صورت میں ایک طرف غلو اور تقشف کی زندگی نمودار ہو گی تو دوسری طرف آزادی اور بے راہ روی کی زندگی کو فروغ حاصل ہو گا' اور یہ دونوں راہیں شریعت کے جادہ اعتدال سے ہٹی ہوئی ہیں۔ مسلم قوم کی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ اس سے عدل و توازن رخصت ہو گیا ہے' ایک طرف

دین اور دنیا کی تقسیم نے اسلام کو دوسرے مذہبوں کے مشابہ بنادیا ہے اور دوسری طرف جماعت سازی و گروبندی نے اس زعم فاسد میں مبتلا کر دیا ہے کہ حق وہی ہے جو وہ کہتا ہے۔ صحیح کام وہی ہے جو وہ کرتا ہے[32]۔

پاکستانی معاشرے میں غلو فی الدین کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں جن میں عقائد' عبادات اور رسوم وغیرہ میں غلو بطور خاص قابل ذکر ہیں' لیکن ان میں مسلکی اور جماعتی غلو فرقہ ورایت اور انتہا پسندی کا بڑا اسبب ہے۔ اگرچہ بیشتر دینی جماعتیں جو اپنے اپنے طریقہ کار کے مطابق کام کر رہی ہیں' اپنی اپنی جگہ مفید خدمات انجام دے رہی ہیں' اوران میں بہت سے علماء اور مخلص لوگ کام کر رہے ہیں۔ اگر یہی جماعتیں اسلامی عقیدے کے تحت متحد ہوکر تقسیم کار کے ذریعے باہم تعاون کرنے لگیں اور امارت دین کے مشترکہ مقصد کی خاطرہ ہر جماعت دوسری جماعت کو اپنادست وبازو سمجھے اور دوسروں کے کام کی بھی ایسی قدر کریں جیساوہ اپنے کام کی کرتی ہیں تو یہ جماعتیں اپنے الگ الگ نظام میں رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں۔ مگر عموماً ہو یہ رہا ہے کہ ہر جماعت نے اپنی سعی اور عمل کا جو دائرہ بنالیا ہے' وہ خدمت دین کو بس اسی دائرے میں منحصر سمجھتے ہیں۔

بقول اقبال:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں[33]

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اس ضمن میں لکھاہے:

مگر اس میں علمی غلو تقریباً ہر جماعت میں پایا جاتا ہے کہ اپنے مجوزہ نظام عمل کو مقصد منصوص کا درجہ دے دیا گیا' جو شخص اس نظام عمل میں شریک نہیں اگرچہ مقصد کا کتنا ہی عظیم کام کر رہا ہو اسکو اپنا بھائی' اپنا شریک کار نہیں سمجھا جاتا اور اگر کوئی اس نظام عمل میں شریک تھا' پھر کسی وجہ سے اس میں شریک نہ رہا تو عملاً اسے اصل مقصد اور دین سے منحرف سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو دین سے انحراف کرنے والوں کے ساتھ ہونا چاہیے' اگرچہ وہ اصل مقصد یعنی اقامت دین کے خدمت پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے' اس غلو کے نتیجہ میں وہی تحزب وتعصب اور گروہ بندی کی آفتیں اچھے خاصے دین دار لوگوں میں پیدا ہو جاتی ہیں جو جاہلی عصبیتوں میں مبتلا لوگوں میں پائی جاتی ہیں[34]۔

اس ضمن میں غلو کی صورت میں صرف یہ ہو کہ اگر کوئی مسلک اور جماعت اپنے عمل اور طریقہ کار کو دوسروں سے افضل سمجھے مگر دوسروں کی رائے اور عمل کو بھی احترام کی نظر سے دیکھے تو اس سے کوئی انتشار اور فساد نہیں پھیلتا اور نہ ہی اس سے مذہبی فرقہ واریت اور انتہاپسندی پیدا ہوتی ہے جس کا اس وقت ہمارے معاشرے کو سامنا ہے' لیکن جب یہ فکر پروان چڑھنے لگے کہ حق پر صرف وہی ہیں اور دوسروں کو بھی اسی حق کی دعوت دینے

لگیں تو اس سے فتنہ و فساد پھیلتا ہے۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: " ان میں بعض حضرات کا غلو تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ اپنے مختلف رائے رکھنے والوں کی نماز کو فاسد اور ان کو تارک قرآن سمجھ کر اپنے مخصوص مسلک کی اس طرح دعوت دیتے ہیں جیسے کہ منکر اسلام کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہو۔ اور اسی کو دین کی سب سے بڑی خدمت سمجھے ہوئے ہیں "[35]۔

اسی طرح بعض جماعتیں جو دین کے کسی خاص شعبے میں خدمات انجام دے رہی ہیں' ان میں یہ غلو پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دیگر شعبوں کے بارے میں وارد فضائل کو بھی اپنی جماعتی دعوت پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مفتی مختار الدین شاہ لکھتے ہیں: " بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ آج ہر دن کام کرنے والے بعض حضرات میں سیاسی رقابتوں کا سا مزاج پایا جاتا ہے کہ اپنے شعبوں کی حمایت کے لیے اعمال کے بارے میں آنے والے فضائل کو بھی لے لیتے ہیں اور انہیں اس وثوق سے بیان کرتے ہیں کہ گویا ان فضائل کا ورود اور نزول انہی کے شعبے کے لیے ہوا ہے جس سے اصل اشیاء کی اہمیت ہٹ جاتی ہے اور ان کے فضائل نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں "[36]۔

وہ تمام افعال جو فی نفسہ تو جائز ہیں مگر ان کے ترتیب یا وقت میں اختلاف ہے جیسا کہ پاکستان میں مروج رسوم و بدعات ہیں' کہ ان میں سے بیشتر میں اختلاف ترتیب اور وقت کا ہے' مثلاً: مساکین کو کھانا کھلانا سب کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اس میں اختلاف دن کی تخصص کا ہے' بلا تخصیص یوم اور تعین وقت سب کے نزدیک جائز اور باعث اجر و ثواب ہے اسی طرح دعا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر دونوں شریعت میں مطلوب ہیں' لیکن جنازہ کے بعد دعا یا سنت اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا اور نماز کے بعد جہری ذکر سبب اختلاف ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں یہ اصول اختیار کیا جائے کہ اسلامی عقیدے کے مطابق ایسا کرنے والوں پر نکیر نہ کی جائے اور نہ ان سے بحث و مباحث نہ الجھا جائے۔ اسی طرح ان کے قائلین کو بھی چاہیے کہ وہ چیز ان کے عقیدے کے مطابق بھی فرض اور واجب نہیں ہے اور وہ اختلاف و فساد کا سبب بن رہی ہے تو اس کے کرنے پر اصرار نہ کریں اور اس کو باعث نزاع نہ بنائیں۔ اور اس سلسلے میں یہ اصول بنائیں جو فقہ حنفی کی معتبر کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ: " أَنَّهُ إِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلَى فِعْلِ الْبِدْعَة "[37]۔ یعنی جب کسی حکم میں تردد ہو جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت ہے تو سنت کا ترک کر دینا بہ نسبت بدعت کے کرنے کے راجح ہے۔ اس قاعدے سے ان تمام امور کا حکم معلوم ہو جاتا ہے جس کے سنت و بدعت ہونے میں اختلاف ہو بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض اسے بدعت کہتے ہوں۔

موجودہ دور میں اختلافات فرقہ اور گروہ بندی کا ایک سبب قطعیت کا تصور اور احساس یعنی یہ سوچ بھی ہے کہ حق اور درست بات صرف وہی ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ اور درست رائے وہی ہے جو اس کے مسلک کے علماء کی ہے اس میں غلطی یا خطا کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ اور دوسرے کی بات اور تاویل درست نہیں ہے۔ حالانکہ پہلے زمانے میں ائمہ کرام اپنے مسلک موقف کو حق سمجھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی گمان رکھتے تھے کہ دوسرے فریق کی بات بھی درست اور صحیح ہوسکتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ: " مَذْهَبُنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِنَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ "[38]۔ یعنی ہمارا مذہب (اس مسئلہ میں) ہی درست ہے اگرچہ اس میں غلطی کا امکان بھی ہے' اور دوسرے فریق کا مذہب خطا ہے اگرچہ اس میں بھی درستگی کا احتمال ہے۔

ہر فریق قطعیت کے ساتھ یہی موقف رکھتا ہے کہ ان کا مسلک ہی درست اور اس میں خطا کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ اور دوسرے فریق کا مسلک درست نہیں ہے اس میں درستگی کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ یعنی یہ چیز اب پہلے زمانے کے برعکس ہوگئی ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے ادوار میں مسائل میں کثرت سے اختلاف رائے کے باوجود باہمی محبت اور الفت ور رواداری میں کوئی فرق نہیں آتا تھا' لیکن آج عموماً صورتحال اس کے برعکس ہے لہذا اگر یہ فریق اپنے کو قطعی طور پر حق پر سمجھے اور دوسرے فریق کو قطعی طور پر باطل تصور کرے اور اس کے بعد اگر اتفاق واتحاد کی بات بھی کرے تو اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ ظاہر ہی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اگر کوئی بات اپنی رائے اور اجتہاد سے کہتے تو بھی اس پر اصرار نہ کرتے اور اپنے رائے کو حتمی اور قطعی نہیں سمجھتے تھے مثلاً ایک موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کلالہ سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا: " فان كان حقا فمن الله وان كان باطلا فمن ابي بكر ومن الشيطان "[39]۔ یعنی اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور یہ خطا ہے تو میری طرف سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اسی طرح ایک موقعے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک فیصلے کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کی قسم! عمر نہیں جانتا کہ یہ درست ہے یا غلط ہے[40]۔

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ائمہ اور مجتہدین اگر کسی وقت یہ محسوس کرتے کہ ان کی رائے درست نہیں ہے تو فوراً اس سے رجوع کرلیتے۔ اور کبھی اپنی رائے قطعی اور حتمی تصور نہیں کرتے تھے۔ لیکن عصر حاضر میں تعصب اور ضد کی وجہ سے کوئی اپنی رائے سے رجوع کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور اپنی رائے کو ہی قطعی اور حتمی تصور کرتا ہے۔ کسی شرعی مسئلہ میں رائے سے رجوع کرنے کو کم علمی اور کمزوری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی شرعی معاملہ میں کشف حقیقت کے بعد رائے سے رجوع رسوخ فی العلم اور تقوی کی دلیل ہے۔

قطعیت کی تصور کی وجہ سے عصر حاضر میں فرقہ ورانہ تعصب بہت زیادہ ہے ہر مکتب فکر اور گروہ اپنے مسلک اور گروہ کے بارے میں کوتاہی سے صرف نظر کرتا ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ایسے تعصب سے منع کیا گیا ہے اور اس کی نقصانات کی نشاندی کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنادیتی ہے [41]۔

اس مسلکی تعصب کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلامی عقیدے سے ہٹ کر اختلاف رائے کو اختلاف فی الدین سمجھ کر اسے کفر اور اسلام کا مسئلہ بنالیا جاتا ہے اس کے علاوہ دینی احکام سے بے خبری 'جہالت' علمی برتری' فروعی مسائل پر غیر ضروری زور دینا' مسلکی شناخت اور تشخص کو ابھارنا وہ بنیادی اسباب ہیں جو مسلکی تعصب اور فرقہ روایت کو ہوادیتے ہیں اور امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اگر فروعی مسائل میں اختلافات کی حقیقت سے آگاہی کے ساتھ ساتھ اخلاص اللیہت' خوف خدااور دیانت کا غلبہ ہو تو اعتدال کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے اور نہ ہی باہمی نزاع تک نوبت پہنچے۔ر

یہاں طوالت کے باعث تفصیل سے بیان ممکن نہیں ہے البتہ قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اکابر پرستی عصر حاضر کے اختلافات کا باعث ہے۔ اکابر پرستی بر صغیر کے ہر مکتب فکر میں پائی جاتی ہے۔ اکابر پرستی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اکابر اور بزرگوں سے محبت وعقیدت میں غلو کرنا اور حق کو صرف انہیں میں منحصر سمجھنا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

دین وشریعت' عبادت وریاضت اور خالص طاعات میں اس فطرتی مسابقت نے بڑے اختلافات پیدا کیے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا مرض اکابر پرستی کا پیدا ہوا ہے۔ ہر ادارہ' مسلک' جماعت اور تنظیم وغیرہ کے اپنے احبار ورہبان ہیں جن کو ارباب بنایا گیا ہے جو فطرت یہود تھی وہ اختلاف پسندی اور اکابر پرستی کے سبب علامت مسلم بن گئی ہے۔ ان جماعت کی آستینوں کے اصنام نے قیامت ڈھائی ہے اور اس اصنام پرستی کا تقاضہ علیحدگی اور اختلاف ہے [42]۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر مکتبہ فکر اپنے مسلک اور فکر کے علماء کو "علماء حق" اور دوسرے مکاتب فکر کے علماء کو" علماء سوء" قرار دیتا ہے' کسی مسلک کے علماء سے چند مسلکی مسائل میں اختلاف رائے کی بنیاد پر علماء سے چند مسائل میں اختلاف رائے کی بنیاد پر علماء سوء میں ان کو شمار کرنا درست رویہ نہیں ہے۔ جب کہ ان مسائل کا تعلق شریعت کے مسلمہ عقائد اور متفقہ مسائل سے بھی نہ ہو۔

ب۔ اجتہاد اور مجتہد کے فتوے میں اختلاف اور اسلامی عقیدہ

قرآنی آیات "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"[43] اور تم سب آپس میں چمٹ جاؤ اللہ کی رسی سے اور تفرقے میں نہ پڑو"۔

حافظ ابنِ عبد البر قرطبیؒ "جامع بیان العلم" میں لکھتے ہیں:" ما برح أولو الفتوى يفتون فيحل هذا ويحرم هذا فلا يرى المحرم أن المحل هلك لتحليله ولا يرى المحل أن المحرم هلك لتحريمه"[44] یعنی اہلِ افتاء فتوٰی دیتے رہے، ایک اس کو حلال قرار دیتا اور ایک حرام، مگر نہ حرام کہنے والا حلال کہنے والے کو غلط کہتا، نہ ہی حلال کہنے والا حرام کہنے والے کو غلط کہتا"۔اسی طرح امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: "أحد القولين خطأ والمأثم فيه موضوع' دو اقوال میں سے ایک خطاء پر مبنی ہے، اور اس کا گناہ کرنے والا معاف ہے۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں: "علم میں جھگڑا بندے کے دل سے علم کا نور لے جاتا ہے، پوچھا گیا کہ وہ شخص جسے سنت کا علم ہو گیا وہ اس کے حق میں نہ جھگڑے؟، کہا کہ اس کو باخبر کردے، اگر قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ خاموش ہوجائے"[45]۔

اسی قسم کے اقوال امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ سے بھی منقول ہیں۔تو خلاصہ یہ کہ اجتہاد میں ہمیشہ

ایک رائے صحیح اور غلط بھی ہوتی ہے مگر غلط رائے کے حاملین کو باطل نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ بھی پوری محنت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں اور حدیث (متفق علیہ) کے مطابق دونوں کے لئے اجر ہے۔

یہاں ایک ایسے شخص کے لئے جو علومِ دینیہ، اصولِ اجتہاد اور اسبابِ اختلاف سے ناواقف ہو اس بات کو سمجھنا مشکل ہوجائے گا کہ دو متضاد باتیں بیک وقت صحیح کیسے ہوسکتی ہیں؟ مگر اصل معاملہ یہ ہے کہ وہ محکم حلال و حرام جو نصوص میں ذکر ہوئے ہیں ان میں تو کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا اور نہ ہی ایسا جائز ہے۔اور نہ ہی اس معاملے میں کوئی رواداری برتی جاتی ہے کیونکہ حق واضح ہے۔رہی دوسری بات کہ وہ امور جو کہ نصوص میں وارد نہیں ہوئے تو اس بارے میں ایک عالم مجتہد آثار و تعامل پر غور و خوض کرکے ایک نتیجے پر پہنچتا ہے، جبکہ دوسرا عالم اتنی ہی محنت، اور انہی اصول کے نتیجے میں مختلف رائے تک پہنچتا ہے۔اب چاہے یہ دونوں نتائج بظاہر متعارض ہی کیوں نہ ہوں دونوں کو اپنی رائے پر عمل کرنے کا حق ہے اور دونوں ہی ثواب کے حقدار ہونگے۔

وہ عام آدمی جو اس اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ بہرحال ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرے گا۔ مگر اسے اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا کہ وہ ایسے عالم سے فتویٰ حاصل کرے جو فتویٰ دینے

کا اہل ہو جیسے وہ دنیاوی معاملات میں اپنی صحت کے لئے بہترین ڈاکٹر تلاش کرتا ہے۔ایسے میں حدیث کے مطابق اگر عامی کا عمل غلط بھی ہو تو اس کا وبال عامی نہیں بلکہ عالم پر ہو گا۔

ضرورت اس کی ہے کہ تحمل پیدا کیا جائے۔عوامی سطح پر بھی اور علماء کی سطح پر بھی۔وہ رائے جس پر ہم یا ہمارے مکتبِ فکر کے علماء اجتہاد کے ذریعے پہنچے ہوں اسے ہم یقینا صحیح سمجھ کر عمل کریں مگر دیگر مکاتبِ فکر کی آراء کا بھی احترام کریں اور ان کی مذمت کرنے سے بچیں۔مزید یہ کہ ہمیں اپنے ذہنوں سے تعصب کو مٹانا ہو گا۔صرف اپنے آپ کو ہی صحیح سمجھنا،اور اپنی غلطیوں کو بھی نظر انداز کرنا، غلط طرزِ عمل ہے۔ممکن ہے کہ ہم اپنی وہ رائے جس پر فخر سے عمل کررہے ہوں وہ خطاء پر مبنی ہو۔ اللہ کی رحمت سے امید اور اس کے عذاب کا خوف انسان کے دل سے تعصبات کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

اس خیال کو ذہن میں پختہ سے پختہ کیا جائے کہ ایک مسلمان چاہے کتنا ہی گنہگار اور آپ کا مخالف ہی کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن جہنم کی سزا بھگت کر جنت میں ضرور جائے گا جبکہ ایک کافر، کتنا ہی آپکا اچھا دوست اور حسنِ اخلاق والا ہو مگر وہ کبھی جنت میں نہیں جاسکتا۔یہی وہ نظریہ ہے جس کی وجہ سے" أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ"[46] کفار پر سخت اور آپس میں نرم" اورأَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِين"[47] مومنین پر نرم ، کفار پر سخت" پر عمل ممکن ہوتا ہے۔ہمیں بار بار اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہماری نفرت کفار اور اہلِ باطل کے مقابلے میں ان مسلمانوں سے تو نہیں جن کو ہم اپنا مخالف سمجھتے ہیں اور کیا ہم کفر، مادہ پرستی، الحاد سے اتنی نفرت کرتے ہیں جتنی اپنے مخالف گروہ سے؟ مندرجہ بالا آیات سے ایک معنٰی یہ بھی نکلتا ہے کہ جب مسلمانوں سے محبت ہو گی تو ہی کفار سے دشمنی ہو گی، اور اگر خدا نخواستہ ہم کفار کو پسند کریں تو پھر مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو گی اور کفار ہماری اس کمزوری کا فائدہ اٹھا کر ہمارے اندر اور تفرقہ پیدا کریں گے۔

انسانی اخوت کا تصور سب سے پہلے اسلام نے ہی پیش کیا ہے اور اس طرح کے تفریق وامتیاز اور اونچ نیچ کو مٹانے کا اعلان کیا ہے۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں' بہ حیثیت انسان ان میں کوئی فرق وامتیاز نہیں ارشاد ربانی ہے:" يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً"[48]۔(اے لوگو!اپنے پرور گار سے ڈرو' جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیااور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں) قرآنی کریم نے انسانی وحدت ومساوات کے تصور کو ذہنوں میں راسخ کرنے کے لیے ہی جگہ جگہ یا ایہا الناس اور یا بنی آدم جیسے الفاظ

کے ذریعے تمام افرا انسانی کو اپنے لازوال پیغام کا مخاطب بنایا ہے اور سب کو یکساں طور پر دنیا وآخرت میں اصلاح وفلاح کی دعوت دی ہے۔ جن افراد نے اس کو دعوت پر لبیک کہا ان کو یاایہا الذین امنوا سے خطاب کیا' انسانوں میں نسلی امتیاز اور فرق کو روا نہیں رکھا گیا۔ گویا جب امنوا کہہ کے پکارے گا تو اس کا مطلب یہ ہے اسلامی عقیدہ رکھنے ولوں ایک گروہ اور جماعت ہے۔ ظرف ومکاں مختلف ہے۔ لیکن بد قسمتی سے یہی وہ عقیدہ ہے جس کا فقدان کے باعث آج ہم مختلف گروہ اور فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سب انسان بھائی بھائی ہیں[49]۔ محسن انسانیت ﷺ نے صرف اس کا اعلان ہی نہ فرمایا' بلکہ اس اصول کو انسانی زندگی کا دستور العمل بنادیا' ساری زندگی اس پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے پیروکاروں کے سامنے اس کا ایسا واضح نمونہ قائم فرمایا کہ وہ بھی اس دستور اور اصول کو فراموش نہ کر سکے اور انسانی اخوت ووحدت اور مساوات کا تصور ان کے اعمال واخلاق میں ہمیشہ جلوہ گر نظر آتا ہے۔

مومن کی مثال ایک جسم کی مانند قرار دی ہے کہ اسلامی عقیدہ رکھنے والے ایک جسم کے طرح ہے جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم مضطرب ہوتا ہے بقول اقبال:

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں ‏ ‏ ‏ تو ہندوستان کا ہر پیر وجوان بے تاب ہو جائے

اس لیے جہاں مسلمانوں کی کسی مقام پر تکلیف میں مبتلا ہو تو سب مسلمان اس درد کو محسوس کر سکے۔ تاہم موجوہ دور میں عقید اسلامی رکھنے والے ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ تو درد کیسے محسوس کرے گے اس کا واحد وجہ یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ کا راسخ نہ ہونا ہے۔

اسلامی عقیدہ کے تحت فرائض کی ادائیگی میں وحدت:

اسلام کے احکام واعمال میں بھی مساوات انسانی کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے' نماز میں سب لوگ اللہ کے حضور ایک ہی حیثیت سے کھڑے ہوتے ہیں' کسی بادشاہ امیر عالم کے لیے خاص جگہ مخصوص نہیں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز ‏ ‏ ‏ نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے ‏ ‏ ‏ تیرے در میں پہونچے تو سبھی ایک ہوئے

رمضان کے روزوں میں بھی سب مسلمان یکساں طور پر بھوکے رہتے ہیں' روزے داروں میں بھی امیر وغریب دیوبندی، بریلوی اہل حدیث کا کوئی فرق نہیں ہوتا' حج میں سب ایک ہی طرح کا احرام باندھتے ہیں اور حج کے اعمال یکسانیت واجتماعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ خلاصہ وتجاویز: اسلامی عقیدے کے نفاذ کے لیے

اسلامی عقیدہ وہ واحد عقیدہ ہے جو صرف مسلمانوں کی ہی بلکہ عام انسانوں کی وحدت کا تصور دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ یہ اصول اختیار کیا جائے کہ اگر کسی مسلک کے کسی عالم کی کتاب میں کوئی ایسی اختلافی بات یا عبارت موجود ہے جس پر دوسرے مسلک کے علماء کو اعتراض ہے اور ان کے نزدیک ایسی بات کفر کے زمرے میں آتی ہے تو اس عبارت کی وضاحت اور تشریح کا حق اسی مصنف کو دیا جائے یا اس کے مسلک کے کسی معتبر عالم سے اس کی تشریح کرائی جائے۔ اور پھر اس کی وضاحت اور تفصیل کو قبول کر لیا جائے۔ اسی طرح اختلافات کی شدت کو اگر ختم نہیں کیا جاسکتا تو کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی عقیدے کے تحت دینی جماعتیں جو الگ الگ نصب العین بھی لے کر اٹھی ہوں اور ان میں واقعی دین کی خدمت کا جذبہ ہو تو سب آپس میں مل کر دین کی ایک عظیم طاقت بن سکتی ہیں۔ چاہے وہ کوئی مدرسہ بناکر تعلیم و تعلم کے لئے محنت کررہے ہوں، تبلیغی جماعت بناکر دین کی نشرو اشاعت کررہے ہوں، کوئی اصلاحی تحریک چلاکر اخلاق کی بہتری کے خواہاں ہوں یا اقامت دین کے لئے جہاد کررہے ہوں، آپس میں ایک جماعت نہ ہونے کے باوجود بھی ایک عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے آگے بڑھ سکتے ہیں بشرط یہ کہ اپنی جماعت کے منہج و مقصد کو ہی کل دین نہ سمجھ بیٹھیں اور دوسروں کے مناہجِ خدمتِ دین پر تنقید نہ کریں۔

دوسرے یہ کہ دین کہ جامع تصورِ حیات کو سمجھا جائے۔ کیونکہ ایک بہت بڑی تعداد مذہب کو معاشرت، معیشت اور سیاست سے الگ کرتی ہے۔ اس طرح دین کے ایک وسیع دائرے کو چھوڑ کر ایک محدود انداز میں عمل کرنے سے تفریق پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ آج بھی اسلام کو دیگر مذاہب کی طرح تسبیح و مصلی تک محدود سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبادات، رسوم اور اعتقادات کے علاوہ تجارت کے مسائل بھی بیان کئے، ریاستِ مدینہ قائم کی جس کے ذریعے سیاست کے احکام سکھائے اور معاشرتی احکام کے ذریعے ایک جدید تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی۔ اگر ہم ان تمام احکامات کے بجائے ایک گوشے میں عمل کرتے رہیں تو سورہ انفال کی آیت 1 کے مطابق ہماری جمعیت کمزور ہوگی اور ہمارا رعب ختم ہوجائے گا۔

تاہم اگر کوئی بدعات اور غلط رسومات کے خلاف کام کریں تو قرآنی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے۔ پہلے حکمت سے دعوت دی جائے پھر موعظت یعنی نرم وعظ سے سمجھایا جائے اور اگر علمی بحث چل نکلے تو مجادلہ بھی احسن طریقہ سے ہو۔خیال رہے کہ کوئی وعظ نبیؑ کے وعظ جتنا نرم نہیں ہوسکتا اور کوئی غلط شخص فرعون سے برا نہیں ہوسکتا۔باوجود اس کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو قول لیّن کے ذریعے فرعون کو دعوت دینے کی تلقین کی۔ظاہر ہے ہمیں بھی اس رویے کو اپنانا چاہیے۔قرآن پر امت جمع ہوجائے جس کی صحت پر پوری دنیا جمع ہے۔جیسے مندرجہ بالا آیت کے اگلے حصہ میں ہے کہ اس قرآن کی وجہ سے وہ دشمن جو صدیوں سے لڑتے آئے تھے ،باہم شیر وشکر ہوگئے تو ہم امتِ مسلمہ جو ماضی قریب میں بھی متحد تھی آج بھی اس قرآن کے ذریعے متحد ہوسکتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کی تعلیم کو حتی الامکان عام کیا جائے ، اور قرآن کے تذکیری پہلو کو عوام میں بیان کیا جائے۔لوگوں کے تزکئے اور باطنی بیماریوں کا علاج بھی قرآن کے ذریعے کیا جائے۔ہر شہر میں عوامی دروسِ قرآن کو پھیلایا جائے۔ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اسلامی عقیدے سے روشناس کرائے جائے تاکہ وہ، اسلام کی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کرسکیں، عقیدہ اسلامی کو جدید دور کے طرزِ زندگی پر منطبق کرنے کی صلاحیت کے حامل ہوں جوامت کے اتحاد کا سبب بنے ۔

حوالہ جات

1 ال عمران: آیت ۱۰۳۔

2 ابن منظور ' لسان العرب ' دار صادر ' بیروت ' مادۃ" عقد" ج۳' ص۲۹۶۔

3 فیروز آبادی ' القاموس المحیط ' دار الفکر ' بیروت ' مادۃ" عقد" ص ۳۸۳

4 ابن فارس ' معجم المقاییس فی اللغۃ ' دار صادر ' ۱۹۸۴ء ' ص۲۷۹۔

5 ناصر العقل ' ڈاکٹر ' مباحث فی عقیدہ اہل السنۃ والجماعتہ ' ص۱۰۹۔

6 ابن منظرر ' لسان العرب مادۃ" وحد" ج۱۴ ' ص ۲۳۱

7 حوالہ مذکور ' مادۃ" سنن" ج۱۳ ' ص ۲۲۵۔

8 ابی العزۃ ' شرح عقیدہ طحاویہ ' ص۶۸۔

9 ابن قیم ' اغاثتہ اللھفان ' ص۷۰۔

10 سنن ابن ماجہ ' کتاب الفتن ' باب افتراق الامم ' ج۲ ' ص ۱۳۲۱ حدیث نمبر ۳۹۹۲ ' سنن ابی داؤد ' کتاب السنہ ' باب شرح السنہ ' ج۴ ' ص ۱۹۷ ' حدیث نمبر ۴۵۹۶؛اس حدیث کو البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

11 سنن ترمذی ' کتاب الایمان ' باب ماجاء فی افتراق ہذہ الامہ ' ج ۵ ع ص ۲۶ ' حدیث نمبر ۲۶۴۱۔

12 صالح بن فوزان ' من اصول اہل السنتہ والجماعتہ ' ص ۱۱۔

13 بخاری ' کتاب المناقب ' باب حدثنا محمد بن المثنیٰ ' ج۴ ' ص ۲۲۵ ' حدیث نمبر ۳۶۴۱۔

14 صحیح مسلم 'کتاب الامارۃ' باب قول ﷺ لا تزال طائفۃ من امتی-----ج ۲' ص ۱۵۲۳' حدیث نمبر ۱۹۲۰۔
15 ابن تیمیہ' مجموع فتاویٰ' شیخ الاسلام' ج ۳ ص' ۳۶۸۔
16 سورۃ ابراہیم' آیت ۲۴۔۲۵
17 ابراہیم ۲۷۔
18 آل عمران ۱۰۴۔
19 صحیح مسلم 'کتاب الایمان' باب کون النھی عن المنکر من الایمان' -----ج ا' ص ۶۹' حدیث نمبر ۴۹۔
20 الحجرات:۹۔
21 الحجرات:۱۰
22 سنن ابو داؤد' کتاب السنہ' باب شرح السنہ' حد ۴۵۹۶۔
23 اقبال' محمد' بانگ درہ' عنوان جواب شکورہ۔
24 سورۃ الحجرات:۱۰
25 H. G. Wells, A Short History of the World , Oxford Press, P.13
26 سورۃ النساء:۷۷
27 اصفہانی' امام راغب' المفردات فی غریب القرآن' دار القلم' دمشق' ج ا' ص ۶۱۳
28 آزاد' ابو الکلام' مولانا' ترجمان القرآن' لاہور' اسلامی اکادمی' ۱۹۸۶' ج ا' ص ۴۰۳۔
29 اصلاحی' امین احسن' مولانا' تدبر قرآن' لاہور' فاؤنڈیشن' ۱۹۸۳ء' ج ا' ص ۴۳۴
30 الشوریٰ:۱۴
31 امام مسلم' مسلم بن حجاج القشیری' صحیح مسلم 'کتاب العلم' حدیث نمبر ۲۶۷۰۔
32 امینی' محمد تقی' احکام شریعت میں حالات وزمانہ کی رعایت' کراچی' قدیم کتب خانہ' ص ۶۹۔
33 علامہ محمد اقبال' بانگ درہ' عنوان جواب شکوہ۔
34 محمد شفیع' مفتی: وحدت امت' لاہور' مکتبہ انجمن خدام القرآن' ص ۲۸
35 حوالہ مذکور ص ۲۲۔
36 مختار الدین شاہ' مفتی: عصر حاضر میں دینی اختلافات' کراچی' مکتبہ الایمان' ص ۶۔
37 ابن نجیم المصری' زین الدین بن ابراہیم' البحر الرائق شرح کنز الدقائق' دار الکتاب الاسلامی' بیروت' ج ۲' ص ۲۱۔
38 شامی' محمد امین ابن عابدین' رد المختار' دار الفکر' بیروت' ط/۲' ۱۴۱۲ھ' ج ا' ص ۴۸۔
39 ابن ابی شیبہ' عبد اللہ بن محمد' امام' المصنف' دار الفکر' بیروت' ۱۹۹۴' ج ۷' ص ۴۰۲۔
40 سرخسی' محمد بن احمد بن امام' اصول السرخسی' دار المعرفۃ' بیروت' ج ۲' ص ۱۰۷۔
41 ابو داؤد' سلمان بن اشعث' امام' سنن ابی داؤد' باب فی الھوی' ج ۴' ص ۳۳۴' حدیث نمبر ۵۱۳۰۔

42 صدیقی' مظہر یسین' عہد نبوی ﷺ میں اختلافات' لاہور' دار النور' ۲۰۱۴' ص ۱۲ مقدمہ۔
43 آل عمران:۱۰۳
44 القرطبی' عبد البر' جامع بیان العلم: دار الکتب العلمیہ' بیروت' ج ۲' ص ۸۰۔
45 حوالہ مذکور ص ۹۴
46 الفتح:۲۹
47 المائدۃ:۵۴

48 نسا: آیت ا۔

49 سنن ابیو داؤد' کتاب الصلاۃ۔